جمہوریت کی حقیقت

ڈاکٹر مستفیض احمد علوی*

اہل لغت کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان میں جمہوریت کا لفظ اپنے عربی ماخذ ''الجمهور'' کے لغوی مفہوم کی بنیاد پر معروف ہوا ہے۔عربی میں اس لفظ کے معانی ''اپنے ماحول سے بلندتر'' اور ''اکثریت'' کے ہیں۔عام بول چال اور سیاسی اصطلاح میں جمہوریت سے مراد ''اکثریت (کی مرضی) کی حکومت'' ہوتی ہے۔اردو میں، یہ لفظ انگریزی زبان کے Democracy کے متبادل یا اسکے ترجمے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔سیاسیات کی زبان میں جمہوریت یا ڈیما کریسی ایسے نظام حکومت کو کہتے ہیں جس میں عوام الناس کی مرضی اور پسند کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

جمہوریت کی حقیقت کیا ہے؟..........اس سوال کے جواب کیلیے ضروری ہے کہ پہلے لغوی تحقیق کے ذریعے لفظ جمہوریت اور ڈیما کریسی کا مفہوم معلوم کیا جائے تا کہ اس فکری پس منظر سے آگاہی حاصل ہو جس کے تحت یہ اصطلاح ایک نظام حکومت کے طور پر عام ہوئی ہے۔

لغوی تحقیق

عربی لغت کے ماہرین کی آراء سے واضح ہوتا ہے کہ جمہوریت کا ماخذ لفظ ''جمہور'' ہے جس کا بنیادی مادہ ''جمہر'' (ج،م،ہ،ر) بتایا گیا ہے۔

لسان العرب کے مصنف ،اس لغوی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ جب قوم کے ساتھ آئے تو اس سے مراد اس قوم کی اکثریت ہوتا ہے۔انہوں نے لکھا ہے:

جمهرت القوم: اذا جمعتهم ... ، جمهرت الشئ اذا جمعته۔(۱)

فیروز آبادی لکھتے ہیں:

و جمهره، جمعه و القبر جمع عليه التراب و لم يطينه۔(۲)

مرتضیٰ زبیدی کے بقول: **و جمهر ، أي الشئ : جمعه(۳)**

---

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ خواتین WISH، اسلام آباد

گویا جمہر کا بنیادی معنیٰ ہوا کسی چیز کا جمع ہونا یا اکثریت میں ہونا۔ اسی سے لفظ جمہور ترکیب پاتا ہے، جیسا کہ ماہرین لغت نے لکھا ہے۔

اس لفظ کا دوسرا معنیٰ، نمایاں اور ممتاز ہونا کے ہیں۔ القاموس میں ہے:

(الجمهور) بالضم، الرملة المشرفة على حولها۔(۴)

صاحب لسان نے لکھا ہے:

الجمهور: و قال الاصمعی: هی الرملة المشرفة على ما حولها المجتمعة.

الرمل الكثير المتراكم الواسع... الأرض المشرفة على ماحولها. (۵)

مرتضیٰ زبیدی کے بقول:

و الجمهور: معظم كل شئ. (۶)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ الجمہور کا بنیادی مفہوم کسی چیز کیا اکثریت میں پایا جانا اور اس کا دوسری چیزوں سے ممتاز اور نمایاں ہونا ہے۔ جمہور کا لفظ انسانوں کے لئے آئے تو اس سے ان کی اکثریت یا ممتاز اکثریت مراد ہوتی ہے۔ جیسا کہ علمائے لغت نے بیان کیا ہے:

(الجمهور)..... و من الناس، جلهم. (۷)

و جمهور الناس: جلهم، و جماهير القوم: أشرافهم. (۸)

مرتضیٰ زبیدی کے الفاظ میں اس کا خلاصہ یوں بنتا ہے:

و الجمهور من الناس: جلهم و أشرافهم. و هذا قول الجمهور. (۹)

لوئس معلوف کی المنجد اور المعجم الوسیط کے مصنفین کے مطابق ''جمہور'' کی جمع ''جماهير'' آتی ہے۔ (۱۰) جیسا کہ درج بالا عبارت کے الفاظ جماهير القوم سے ظاہر ہے۔

لفظ جمہور کے آخر میں حرف 'ة' کا اضافہ ہو تو اس کا مطلب مرتضیٰ زبیدی کے بقول ''المرأة الكريمة'' بنتا ہے۔

اسی طرح ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

و الجمهورة من الرمل: ما تعقد و انقاد، و قيل هو ما أشرف منه۔(۱۱)

اس لفظ کے آخر میں یائے نسبتی کے اضافے سے اس کا معنیٰ '' المنسوب إلى الجمهور '' کے ہو جاتے ہیں۔یعنی اکثریت کی چیز کو جمہوری کہا جائے گا۔(۱۲) عربی میں 'جمہوری' ایک شراب کا نام بھی ہے۔ یہ نام پڑ جانے کی وجہ جمہوری کے لغوی معنیٰ ہیں۔جیسا کہ ابن منظور فرماتے ہیں:

و قيل له الجمهوري لأن جمهور الناس يستعملونه أي أكثرهم۔(۱۳)

اسی لفظ جمہوری کی مؤنث ''جمهورية'' بیان کی گئی ہے۔ بطروس البستانی نے لکھا ہے:

الجمهورية مؤنث الجمهوري، و الألفاظ الجمهورية هي المستعملة من الجمهور۔(۱۴)

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ نکلتا ہے کہ '' جمهور '' کا بنیادی معنیٰ اکثریت یا کثرت اور نمایاں یا بلند تر ہے۔اور انسانوں کے حوالے سے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس سے مراد عوام الناس یا ان کے معززین کی اکثریت ہوتی ہے۔اسی مفہوم کے پیش نظر کتب اسلامی میں '' جمهور '' کا لفظ کثرت سے استعمال ہوتا ہے جس سے مراد ''معتبر علماء کی اکثریت'' ہوتا ہے۔جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت میں علامہ زبیدی کے الفاظ " و هذا قول الجمهور" سے ظاہر ہے۔اسی طرح الماوردی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب **الأحكام السلطانية** میں یہ لفظ ،امامت کے انعقاد کی شرائط کے سلسلہ میں استعمال کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

فقالت طائفة لا تنعقد الا بجمهور أهل العقد و الحل من كل بلد.(۱۵)

درج بالا تجزیئے سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ایسی کوئی بھی چیز جو اکثریت سے منسوب ہو، جمہوری کہلاتی ہے، اور اسی سے لفظ '' جمہوریت '' ترکیب پایا ہے۔ گویا اسی بنیاد پر اکثریت کی مرضی کی حکومت و ریاست جمہوریت کہلاتی ہے۔اور یہ اصطلاح عربی سے اردو زبان میں استعمال ہونا شروع ہوئی ہے۔ جمہوریت کے لغوی مفہوم کی اس وضاحت کے بعد ہم اس کا اصطلاحی مفہوم جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

الفارابی نے کتاب آراء اہل المدینۃ الفاضلۃ میں افلاطون(Plato) کی Republic کے لئے عربی کا متبادل لفظ ''مدینہ'' استعمال کیا ہے جبکہ جمہوری حکومت کے لئے وہ '' مدینة الجماعية'' کی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔ان کے بقول:

مدينة الجماعية، هي التي قصد أهلها أن يكونوا أحرارا، يعمل كل واحد منهم ما شاء۔(١٦)

الجماعیہ، یہاں عوام الناس کیلیے استعمال ہوا ہے اور مدینہ، ریاست کیلیے، جبکہ انہیں دونوں کے مجموعے کا نام جمہوریت ہے۔اسی حقیقت کے پیش نظر، روزینتھال (Roscenthal) نے فارابی کے اس لفظ کو Democracy کے ہم معنیٰ کے طور پر لیا ہے۔وہ لکھتا ہے:

Democracy (Madina Jamia'iya) is marked by the freedom of its citizens to do as they please.(17)

اس سے معلوم ہوا کہ ماہرین سیاسیات اور فلاسفہ کے ہاں ری پبلیک (Republic)، مدینۃ الجماعیہ اور ڈیما کریسی (Democracy)، ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں اور وہ ہے: لوگوں کی اکثریت کی (مرضی سے بننے اور چلنے والی) ریاست و حکومت۔

اس تشریح سے جمہوریت کا اصطلاحی مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے مراد لوگوں کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونے والی حکومت و ریاست ہے۔عربی میں جمہوری حکومت کا ترجمہ '' حکم جمہوری'' سے کیا جاتا ہے۔(١٨) جبکہ انگریزی کے لفظ، ڈیموکریسی Democracy کو عربی حروف میں '' **ديمقراطية** '' لکھتے ہیں جیسا کہ دائرۃ المعارف میں ہے:

جمهورية: ديمقراطية، و هي ما تكون بيد أكثر الأهالي۔(١٩)

اسی اصطلاحی مفہوم کے ساتھ ڈاکٹر حسن صعب نے جمہوریت کی یہ تعریف کی ہے:

و اذا كان الحكم لأكثرية الشعب كان المنتظم جمهوريا أو

ڈیموقراطیا۔(۲۰)

اسی طرح لوئیس معلوف کے مطابق ایسی سوسائٹی یا ریاست جمہوریت کہلا سکتی ہے جس کی حکومت کا انتخاب توارث کی بنیاد پر نہیں بلکہ عوام الناس کی اکثریت کی مرضی پر ہو۔۔۔وہ لکھتے ہیں:

الأمة أو الدولة يعين زعيمها لوقت محدد لا بالتوارث بل بانتخاب جمهور الأمة۔(۲۱)

مندرجہ بالا تجزیے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جمہوریت ایک ایسے طرز سیاست اور نوعیت ریاست کا نام ہے جسمین بنیادی کردار عوام الناس کی اکثریت کی مرضی اور پسندیدگی کو حاصل ہوتا ہے۔جس ریاست میں کاروبار سیاست، لوگوں کی تائید اور رضا سے نہ صرف بنایا، چلایا اور تبدیل کیا جاتا ہے، بلکہ ضرورت ہو تو ازسرنو ترتیب دیا جاتا ہے، جمہوریت کہلاتا ہے۔

اصطلاح جمہوریت کا لغوی مفہوم واضح ہو جانے کے بعد اس کے متبادل انگریزی لفظ Democracy کا تجزیہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس لفظ کا وہ فکری پس منظر کیا ہے، جس کے تحت یہ اصطلاح عام ہوئی۔اس تجزیاتی مطالعہ کے نتیجے میں جمہوری طرز حکومت اور جمہوری نظام کی خصوصیت سامنے آسکیں گی۔اس سلسلے میں ڈیوڈ ہیلڈ (David Held) کی تحقیق قابل غور ہے:

The word ' democracy ' came in to English in the sixteenth century from the French demokratie. its origins are Greek. 'Democracy' is derived from demokratia. the root meanings of which are demos(people) and kratos(rule). Democracy means form of government in which in contradiction to monarchies and aristocracies, the people rule.(22)

(لفظ 'جمہوریت' انگریزی زبان میں سولھویں صدی عیسوی میں فرانسیسی سے آیا ہے جب کہ یہ اپنی اصل کے لحاظ سے یونانی زبان کے الفاظ 'ڈیماس' (یعنی لوگ) اور 'کراتوس' (یعنی حاکمیت) سے ماخوذ ہے۔گویا جمہوریت سے مراد ایسا طرزِ حکومت ہے جس میں بادشاہت اور

اشرافیہ کے بالعکس ،لوگ خود حاکم ہوں۔)

گویا یہ لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ''لوگوں کی قوت'' ہے۔ یہ اصطلاح بادشاہت یا آمریت (یعنی ایک فرد یا چند لوگوں کی حکومت) کے مقابلے میں استعمال ہوتی ہے اور اس کا مفہوم ''عوام الناس کی حکومت'' ہے۔

الموسوعۃ العربیۃ میں ہے:

ديمقراطية : كلمة مركبة أصلا من كلمتين يونانيتين، ديموس، أي الشعب، كراتوس، أي الحكم..........(٢٣)

اسی طرح میکریگر(Macgregor)اور جیک والٹر(Jack Walter) کی تحقیق کا خلاصہ واضح کرتا ہے کہ:

The word democratic is derived from two Greek roots, demos... the people and kratos. ...... authority, and in its political sense, democracy means government by the poeple ..The many ...as contrasted with government by the one...the monarch, the dictator... or by the few..(24)

رہا یہ سوال کہ یہ لفظ سیاسی اصطلاح کے طور پر کب سے اور کیسے مستعمل ہوا؟

The word came into English usage in the seventeenth century to denoto to direct democracy, the kind of government that existed in Athens and other Greek city-states.(25)

گویا قدیم یونانی ریاستوں کے سیاسی نظام کی وضاحت کے ضمن میں یہ لفظ انگریزی میں سترھویں صدی عیسوی سے استعمال ہونا شروع ہوا۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی کے وسط میں ولیم آف مور بکے William of Moerbeke نے ارسطو کی کتاب پالیٹکس *Politics* کا ترجمہ لاطینی میں کیا۔اس کتاب میں عوامی حکومت کیلئے ارسطو کے استعمال شدہ لفظ

(26) کا متبادل (یا ترجمہ) لاطینی میں 'Demokaratia' استعمال کیا گیا ہے جو بعد میں Democracy کی صورت میں مقبول ہو گیا۔

جان ڈن (John Dunn) نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

The terminology only became central to European political discourse after William of Moerbeke ,translating Aristortle,s Politics into Latin, for the first time inthe middle of the thirteenth century ,chose the word Democratia to translate (or rather, to transliterate)Aristotle,s term in Book 3 for the rule of the people.. (27)

لفظ جمہوریت اور Democracy کے بارے میں اس مختصر لغوی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ اپنے لغوی روح کے لحاظ کے ''عوام الناس کی حکومت رحاکمیت'' پر دلالت کرتے ہیں۔بطور سیاسی نظریے کے یہ اصطلاحات یونانی زبان و تاریخ سے ماخوذ ہیں اور جدید سیاسی زندگی میں ان کا استعمال گذشتہ دو تین صدیوں سے عام ہوا ہے جبکہ ''اردو زبان میں جمہوریت کی اصطلاح اٹھارہویں صدی سے مستعمل ہے'' (۲۸)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمہوریت یا Democracy کا نظام کیا ہے؟

قدیم سیاسی مفکرین میں ہیروڈوٹس (Herodotus) افلاطون (Plato) اور ارسطو (Aristotle) نے عوام کی حاکمیت' (یعنی جمہوریت) کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جسکا مختصر حوالہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ یہاں پر ارسطو کی اس عبارت کا حوالہ موزوں ہے جس سے موجودہ دور میں Democracy کے اصطلاح اخذ کی گئی ہے۔

سیبائین (Sabine) جیسے جدید ماہرین سیاسیات۔نے بیان کیا ہے کہ ارسطو کے بیان کردہ سیاسی فلسفے کے مطابق اچھی قسم کی حکومتیں تین طرح کی ہوتی ہیں:

(۱) بادشاہت (Monarchy) (۲) اشرافیہ (Aristocracy) (۳) عمومیت

(Polity)(جسے وہ سب سے اعلیٰ اور مثالی قرار دیتا ہے)۔۔اسکے بیان کے مطابق یہ تینوں جب بگڑتی ہیں تو صورتحال یہ بنتی ہے کہ بادشاہت جبریت (Tyranny)میں تبدیل ہو جاتی ہے۔اشرافیہ،مطلق العنانیت (Oligaricy) میں جبکہ عمومیت ،عوامیت یعنی جمہوریت (Democracy)میں:

"..government by the masses appears in its good form under the name of Politeia and in its bad form under the name of Democracy ." (29)

ارسطو کے اس نقطہ نظر کو بیان کرکے ولیم آف مور بکے نے جمہوریت کی درج ذیل تعریف کی تھی:

A form of government which is conducted for the benefit of the poor rather than in the public interest.(30)

گویا ارسطو نے حکومت کی بگڑی ہوئی شکل کو"عوام الناس کی حکومت" یعنی جمہوریت قرار دیا جبکہ ولیم نے اس سے محض لوگوں کی حکومت نہیں بلکہ"غرباء کی حاکمیت" مراد لیا۔حقیقت یہ ہے کہ سیاسی امور کے قدیم وجدید ماہرین جمہوریت یاDemocracy کی کوئی جامع تعریف متعین کرنے میں مختلف الخیال یا پھرنا کام نظر آتے ہیں،جیسا کہ ماہر سیاسیات نوبرٹو بابیو (Noberto Bobio) لکھتا ہے:

The entire history of political thought is riddled with disputes about the best form of government and within this dispute a recurrent theme has been the argument for and against democracy.(31)

تاریخ انسانی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انسانی معاشروں کا قدیم ترین اور عملاً کامیاب ترین طرز حکومت بادشاہت رہا ہے۔اس انداز حکمرانی میں جب مطلق العنانیت اور آمریت کا عنصر حد سے

بڑھ گیا تو عوام الناس میں ردِّعمل پیدا ہونے لگا۔ رعایا کی اکثریت اور عوام الناس کی اہمیت نے آگے بڑھ کر ایک طرزِ حکومت کا روپ دھار لیا تو وہ جمہوریت یا Democracy کہلایا۔ اور اپنی ارتقائی منازل طے کر کے ''عوام کی منشاء کے مطابق حکومت'' کے طور پر مقبول ہوتا چلا گیا۔ یہ نظام افلاطون اور ارسطو جیسے مفکرین کی نظر میں قابلِ قبول نہ ٹھہرا کہ وہ اسے ''ہجوم کی حاکمیت'' قرار دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ دراصل حکومت کی ناکامی ہے کہ عوام الناس یا رعایا تنگ آ کر خود حکومت سنبھال لیں اور ایک نئی طرح کی بدامنی یعنی انارکی (Anarchy) جنم لے۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ نہ صرف قدیم یونانی مفکرین سیاسیات بلکہ انیسویں صدی تک کے جدید سیاسی ماہرین ''عوام الناس کی حاکمیت'' کے تصور کو قبول کرنے پر تیار نہ تھے جیسا کہ مائیکل سٹیورٹ (Michael Stewart) لکھتا ہے:

> Untill the middle of the ninteenth century democracy was a smear word for mob-rule. Only in the last 100 years has it taken on a generally favourable meaning. (32)

(انیسویں صدی کے وسط تک جمہوریت ایک بدنام لفظ تھا، جو ہجوم کی حکومت کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ گذشتہ ایک صدی میں اس طرزِ حکومت نے عام پسندیدگی کا مفہوم اور مقام حاصل کر لیا ہے۔)

سیاسی تاریخ کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ جمہوریت اپنے ارتقائی مراحل میں جس شکل سے گذرتی رہی اسی حوالے سے اسکی مختلف تعریفیں اور نام بنائے جاتے رہے۔ مختلف قوموں کے معاشرتی و معاشی حالات نے ہر معاشرے کے اپنے خاص مزاج کے مطابق عوامی شرکت کے جس نظامِ حکومت کو بھی اختیار کیا وہ وہاں کی جمہوریت کہلایا۔ اس معاشرے کے سوچنے سمجھنے والے دماغ جمہوریت کے اسی ماڈل کی خصوصیات کو اصل جمہوریت کے خدوخال کے طور پر شمار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آج جب جمہوریت کی کوئی جامع تعریف کرنے لگے تو اسکے سامنے کئی عکس نمایاں ہو جائے ہیں جنہیں وہ چند

الفاظ میں مقید کرنے کو ناممکن محسوس کرنے لگتا ہے۔ سارٹوری (Sartori) تو یہاں تک کہتا ہے:

We characteristically live, then,in an age of confused democracy. That'democracy' Obtains several meanings,is something we can live with. But if "democracy"can mean just anything,that is too much. (33)

(گویا، واضح طور پر ہم، غیر واضح تصورِ جمہوریت کے دور میں رہ رہے ہیں۔ لیکن اگر لفظ 'جمہوریت' کئی مفہوم رکھتا ہوتا تو گزارا چل سکتا تھا، یہاں تو المیہ یہ ہے کہ اس کا کوئی بھی معنیٰ لیا جا سکتا ہے۔)

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ڈال (Dahl) نے ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

Yet a term that means anything,means nothing. And so it has become with"Democracy",Which now-a-days is not so much a term of restricted and specific meaning as a vague endorsement of a popular idea...(34)

(بہر حال وہ اصطلاح جس کے کئی معانی ہوں، بے معنی ہوتی ہے۔ یہی حال جمہوریت کا ہے۔ یہ اصطلاح آج کل کسی مخصوص اور متعین مفہوم میں استعمال نہیں ہوتی، بلکہ ایک مبہم سی تائید ہے ایسے خیال کی کہ جو کسی طرح سے عام ہو گیا ہے۔)

اسی طرح میگر یگر اور والٹر کا تجزیہ یوں سامنے آتا ہے:

> Democracy...like liberty , equality and justice...is hard to define ...it is a symbol that stands for certain myths, independent of objective content..(35)

(آزادی، مساوات اور انصاف کی طرح، جمہوریت بھی ایک ایسا لفظ ہے جس کی متعین

تعریف بہت مشکل ہے۔ یہ چند افسانوی خیالات کا مرقع ہے جو کسی محور اور ہدف سے آزاد ہیں۔)

لہٰذا کارل بیکر (Carl Becker) نے جمہوریت کے ارتقائی عمل پر یوں تبصرہ کیا ہے:

(Democracy is)"A kind of conceptual Gladstone bag,which,with a little manipulations, can be made to accomodate almost any collection of soial facts, we may wish to carry about in it".(36)

(یہ ایک تصوراتی چٹے بٹے کی ایسی تھیلی ہے جس کی ترتیب اور تنظیم میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ، تقریباً سارے سماجی حقائق کو سمویا جا سکتا ہے...... اپنی خواہشات کے مطابق!)

گویا وہ تمام خوبیاں جو ہماری نظر میں نظام حکومت کو ایسی بہتری کی طرف لے جائیں جو لوگوں کی اکثریت کی منشاء کے مطابق بھی ہو اور مفاد میں بھی ہو، جمہوریت کے دائرے میں داخل سمجھی جائیں گی۔

جمہوریت کی تعریفوں کے اس گورکھ دھندے میں ایک بات جو سب سے نمایاں اور سب میں مشترک نظر آتی ہے وہ حکومت میں عوامی منشاء کی شمولیت کا اصول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید ماہرین سیاسیات کی طرح قدیم فلاسفہ بھی اس بات پر متفق تھے کہ جمہوریت عوام الناس کی مرضی کے تحت ہی معرض وجود میں آتی ہے۔ رولینڈ پیناک (Roland Pennok) کے ریکارڈ کے مطابق:

Herodotus defined it as the "rule of the many" The OED defines it as"government by the people"...C.B.Macpherson.s statement that the aim of democracy is "to provide the conditions for the free development of human capacities and to do this equally for all members of the society"...(37)

اسی طرح رومی فلسفی، پولی بی ایس (Polybius) نے جمہوریت کی تعریف و تحسین اسی بنیاد پر کی کہ وہ افراد معاشرہ کی اجتماعی رضامندی کی آئینہ دار ہوتی ہے اور اس طرح عوام خود اپنے

حقوق کی نگہداشت کے قابل ہو جاتے ہیں:

The good form of popular government is democracy in which the people 'takeon themselves the care of the public interest...(38)

حقیقت یہ ہے کہ افلاطون(Plato)اور ارسطو(Aristotle) کی طرف سے جمہوریت کو ناپسند قرار دیئے جانے کی وجہ صرف جمہوریت کی اپنی خرابیاں نہیں بلکہ ان دونوں فلسفیوں کے اپنے دور کا ''مخصوص اور محدود'' سیاسی طرز فکر بھی ہے۔ جس کے تحت حکومت کا حق معاشی اور معاشرتی طور پر مراعات یافتہ ''شہری'' طبقہ کو ہی حاصل تھا جبکہ افراد معاشرہ کی اکثریت یعنی عوام الناس جن میں خواتین ،غرباء اور غلام شامل تھے۔۔۔''شہری'' کی تعریف سے ہی خارج تھے۔ ظاہر ہے ایسی صورتحال میں کوئی ایسی حکومت جس میں دوسرے درجے کے یہ شہری اپنی مرضی کر سکیں ،قابل قبول نہ ہو سکتی تھی ۔تاہم جب شہری حقوق پر محدود اشرافیہ کی اجارہ داری ختم ہوئی تو حکومت میں عوام الناس کی شمولیت بڑھنے سے جمہوریت ارتقاء پذیر ہوئی ۔یوں اسکی مقبولیت کی بنیاد ہی عوام الناس کی سیاسی اہمیت اور ان کی حاکمیت کا اصول ہے۔ ہیروڈوٹس(Herodotus) جمہوریت کی تعریف اسی لئے کرتا ہے کہ وہ اپنے آپکو اکثریت کے حق میں بہتر ثابت کر چکی تھی ۔اسکے خیال میں:

It is a government in favour of the many and not the few,the law is equal for ric:1 and poor alike and therefore it is a government of laws,...and liberty is respected both in private and in public life ...(39)

یہ طرزِ حکومت ، چند لوگوں نہیں بلکہ کئی یا زیادہ لوگوں کے حق میں ہوتا ہے۔ چونکہ قانون غریب اور امیر سب کے لئے ایک جیسا ہوتا ہے ،لہٰذا یہ حکومت قانون کے مطابق چلنے والی حکومت ہوتی ہے۔اس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی ،دونوں میں ،آزادی مقدم رکھی جاتی ہے۔

گویا عوامی اکثریت کی حکومت میں شراکت اور ان کے حقوق اور عزت کا تحفظ ، برابری کی

سطح پر.......یہی جمہوریت کا وہ امتیاز ہے جو آج بھی اسے پسندیدہ اصول حاکمیت بنائے ہوئے ہے۔یہی اصول، جمہوریت اور Democracy کی اصطلاح کا ماخذ بھی ہے اور روح رواں بھی اور یہی تصور جمہوریت کے ارتقاء کا بھی ضامن ہے اور آج کی جمہوریت بھی ایسے ہی فکری و عملی محاسن سے مزین ہے، ان کا مختصر الفاظ میں نچوڑ میخائل سٹیورٹ (Michael Stewart) نے اس تصور کو عمل میں ڈھالنے کا یہ طریقہ بتایا ہے:

A complete democracy would consult all of its citizens upon all matters ...It gives the citizen not merely the sense of sharing in decisions,but actual opportunity to influence its substance .(40)

(ایک مکمل جمہوریت تمام معاملات، سارے شہریوں کے مشورے سے چلاتی ہے۔ یہ شہری کو نہ صرف فیصلوں میں شرکت کا احساس اور اعتماد دیتی ہے، بلکہ ایک حقیقی موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ معاملات کی اصل پر بھی قابل ذکر حد تک اثر انداز ہو سکیں۔)

جمہوریت کے ان نظری خواص کو عملی جامہ پہنانے کیلئے معاشرے میں ایک خاص طرح کے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے بغیر جمہوری نظام کا تصور بھی محال ہے۔یہی وہ چیز ہے جو جمہوریت کو محض ایک تصور سے بڑھا کر ایک طرز عمل اور طرز زندگی میں ڈھال دیتی ہے۔اس آئیڈیل تصور کے حصول کا امکان خاص طرح کے معاشی اور معاشرتی ماحول میں ہی نظر آتا ہے۔جدید ماہرین سیاسیات کا کہنا ہے کہ وہ قوم جو شعوری طور پر (ذہنی، تعلیمی اور نظری اعتبار سے) بالغ ہوگی اور معاشی لحاظ سے مساوات اور خوشحالی سے آراستہ ہوگی، جمہوریت کا گہوارہ بن سکتی ہے۔جس طرح کہ لاسکی (Laski) لکھتا ہے:

Democracry is not likely to grow in a nation close to the stravation line. (41)

(جمہوریت کسی ایسی قوم میں پنپ نہیں سکتی جس کی معاشی حالت قحط کے قریب قریب

ہو۔)

وہ مزید وضاحت کرتا ہے کہ جمہوریت کے ترقی پانے کا انحصار درج ذیل اور امور پر ہے:

With an educated and fairly prosperous electorate, without wide extremes in wealth, with relative freedom from class, religious, or sectional antagonism, with a democratic historical tradition, with many private associations, and with other social institutions that buttress the principles and practices of democracy .(42)

گویا جمہوریت اپنی مثالی صورت میں ایسے معاشرے میں سامنے آئی گی جہاں ذیل کے عناصر ہم آہنگ ہوں گے:

۱۔ انتخاب میں اپنی رائے کا استعمال کرنے والے افراد پڑھے لکھے اور قدرے خوشحال لوگ ہوں۔

۲۔ دولت وثروت کے لحاظ سے ان کے درمیان تفاوت کی خلیج بہت زیادہ وسیع نہ ہو۔

۳۔ مذہبی، طبقاتی اور فرقہ وارانہ مخاصمت سے آزاد ہوں۔

۴۔ جمہوریت کی روایت انہیں تاریخ سے وراثت میں ملی ہو۔

۵۔ جہاں کئی ایک غیر سرکاری جماعتیں اور دوسرے سماجی ادارے ہوں، جو جمہوریت کے اصولوں اور عملی تجربات کے ساتھ اس کے طریقہ کار کو بھی ترقی دے سکیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ نظام جمہوریت جن مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے قائم ہوتا ہے وہی دراصل جمہوریت کی پیدائش اور نشو ونما کیلئے بنیادی خام مال کا درجہ رکھتے ہیں۔ گویا یہ ایسا پھول ہے جو ایک باغ میں ہی اگ سکتا ہے، خاص طرح سے تیار شدہ سرزمین پر!............بہر حال جمہوری حکومت کا مقصد معاشرے کی عمومی زندگی کی خدمت کرنا ہے اور ان ناہمواریوں کو دور کرنا جو اس کی آزاد نشو ونما کے راستے میں حائل ہوں۔۔

آج کی جمہوریت جس طرز زندگی کی علمبردار ہے اسکے بنیادی عناصر کو اختصار کیساتھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) عوام کی بالادستی (Supermacy of People) (۲) مساوی حقوق (Equal Rights)

(۳) شہری آزادی (Civil Liberty) (۴) عوامی فلاح و بہبود (Welfare of the People)

گویا جمہوریت ایسے طرز حکومت کا نام ہے جو عوام الناس کی مرضی، منشاء کے ساتھ ان کی فلاح و بہبود کیلئے اس طرح سے ترتیب دیا جائے کہ شہریوں کی آزادی اور مساوی حقوق کو تحفظ حاصل ہو۔

حاصل مطالعه

☆ جمہوریت کا لفظ عربی زبان سے ماخوذ ہے جسکا معنیٰ کسی چیز کا کثرت میں اور بلند یا نمایاں ہونا ہیں، جیسا کہ اسلامی کتب میں جمہور کا لفظ نمایاں اکثریت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

☆ اصطلاح کے طور پر اکثریت کی مرضی کے مطابق قائم شدہ نظام حکومت کے لئے یہ لفظ انگریزی کے Democracy کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

☆ جمہوریت یا Democracy اپنے تاریخی تصور اور سیاسی نظام کے لحاظ سے یونانی تاریخ اور نظام سیاست سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مفہوم لوگوں کی (قوت) حاکمیت کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔

☆ یہ نظام، قدیم یونانی ریاستوں میں اپنی اصل شکل میں موجود تھا جہاں ریاست کے تمام شہری حکومت میں شامل ہوتے تھے۔ تاہم شہری کی تعریف میں ایک محدود معزز طبقہ ہی شامل تھا، جبکہ خواتین اور غلام اس حق سے محروم

تھے۔

☆ جدید سیاسی اصطلاح کے طور پر جمہوریت کا لفظ سولھویں سترھویں صدی عیسوی سے مقبول عام ہوا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے فکری اور عملی سطح پر اسے ناپسندیدہ نظام حکومت شمار کیا جاتا تھا۔

☆ سیاسی ماہرین جمہوریت کی کسی متعین تعریف پر متفق نہیں ہیں تاہم کوئی معاشرہ یا ریاست اپنے حالات کیمطابق اگر ایسا نظام حکومت ترتیب دے جس میں ایک فرد یا مخصوص طبقہ کی بجائے عوام الناس کی مرضی شامل ہو، جمہوریت کہلائے گی۔

☆ مثالی جمہوریت ایک خاص طرح کے معاشرے میں نشو ونما پاسکتی ہے جہاں عوام کو بہتر معاشی اور معاشرتی ماحول میسّر ہو۔ جو تعلیمی پسماندگی سے پاک اور سماجی مساوات سے مزیّن ہو۔

☆ جدید جمہوریت عوام کی بالادستی، ان کے مساوی حقوق، شہری آزادی اور عوامی فلاح و بہبود کے عناصر ترکیبی پر مشتمل ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن منظور، لسان العرب (بیروت۔۱۹۵۶ء) :۱۴۹/۴،

۲۔ فیروز آبادی، القاموس (مصر۔۱۹۵۲ء) :۳۹۳/۱،

۳۔ مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس (بیروت۔۱۹۹۴ء) :۲۱۵/۱۰

۴۔ فیروز آبادی: ایضاً،

۵۔ ابن منظور: ایضاً،

۶۔ تاج العروس: ایضاً،

۷۔ القاموس: ایضاً

۸۔ لسان العرب، ایضاً،

۹۔ تاج العروس: ایضاً،

۱۰۔ لوئیس معلوف، المنجد (بیروت۔۱۹۵۱ء) :۹۹،

۱۱۔ لسان العرب: ایضاً،

۱۲۔ المعجم الوسیط (بیروت) :۱۳۷،

۱۳۔ لسان العرب: ایضاً،

۱۴۔ البستانی، محیط المحیط (بیروت۔۱۹۷۰ء) :۱۲۶

۱۵۔ ابونصر فارابی، آراء اهل المدنیۃ الفاضلہ (بیروت۔۱۹۵۹ء) :۱۱۰،

۱۶۔ الماوردی، احکام السلطانیہ (دارالدعوہ، لاہور) :۶

17-Political Thought In Medieval Islam, p:136.

Badger,English.Arabic Lexicon, p:223

۱۸۔ بطروس البستانی، محیط المحیط :۱۲۶،

۱۹۔ دائرۃ المعارف (مصر۔۱۹۶۵ء) :۵۳۴/۱۰

۲۰۔ حسن صعب، علم السیاسۃ (بیروت۔۱۹۶۶ء) :۵۷،

۲۱۔ المنجد: ایضاً

22-Models of Democracy(Cambridge-1987) ,p:1,2

۲۳۔ الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ (قاہرہ۔۱۹۶۰ء) :۸۳۷

24-James Macgregor,Jack Walter, Government by the People (New York-1953) p:33,34.

25-Ibid.Loc.Cit.

26- Politics (trans:Benjamin Jowett(New York-1943) Book :3,Ch:7, p:139

27-Democracy-The unfinished Journey (Oxford UniversityPress-1989) p:59

۲۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامی (جامعہ پنجاب، لاہور۔۱۹۷۱ء) :۴۳۰/۷

29-Politics,Loc.Cit., Sabine,A History of Political Theory (Japan-1981) p: 110

30- John Dunn,Op.Cit,Loc.Cit.

Norberto Bobbio ,Democracy and Dictatorship (trans:Peter Kennealy, Plity Press-1987) p:140

31-Noberto Bobbio ,Op,Cit.p:138

John Dunn,Op.Cit.Loc. Cit.

32- Michael Stewart, Modern Forms of Government (London-1959) p: 56

33- Giovanni Sartori, The Theory of Democracy

Revisited (New

Jersy-1987) p:6

34- Robert Dahl, Democracy And Its Critics (Yale

University-1989) p:2

35- Macgregor and Walter, Ibid. Loc. Cit.

36-Modern Democracy (New York-1941) p:4

37- Roland Pennock, Democratic Political Theory ((New

York-1941) p:3-5

38-Noberto Bobbio, Op.Cit.p:140

39- Ibid, p:139

40- Michael Stewart, Ibid.

41-H.J.Laski,An Introduction To Politics (london-1934)

p:48 42-Ibid, p :52.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆